ISSN: 2959-2224 (Online) and 2959-2216 (Print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/uas/index
Publisher by: Department of Hadith, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

اسلام کا نظریہ سائنس اور سائنٹزم

The Islamic Perspective on Science and Scientism

Ahmad Raza*
M.Phil Islamic Studies, Riphah International University Faisalabad Campus, Faisalabad

Muhammad Umer Raheel
Lecturer Islamic Studies, Rifhah Internation University, Faisalabad Campus, Faisalabad

Abstract

Science and scientism are two different ideas. Science is the name for the search to discover new things and to reveal the secrets of the universe by reflection in the universe according to organized rules. On the other hand scientism is to organize every being, ideas and ideologies present in the universe according to the scientific rules. Scientism wants science to interfere in the fields which are not historically the sphere of science. For example, beliefs, concerning the existence of God, Eden, Hell, Angels and ghosts etc. That's why scientism is the major reason behind irreligiosity and infidelity which is increasingly engulfing the societies. In western countries people in fact fall prey to scientism and become irreligious, liberal or agnostic. Because science makes the idea concrete in people's minds that only observable exists. Moreover what can't be observed has no existence at all. Since God can't be observed so He doesn't exist. In this way people refute God's existence by falling prey to scientism. And since everything in this temporal existence is for the sake of man only, so man is sovereign. So every consideration will be for the sake of this sovereign man. Man will be the measure of everything. Man's interest lies in his emancipation from everything since man is the supreme reality of this world. Mufti Yasir Nadeem Alwajdi has tried to refute this kind of thought in his still unpublished book "Tahafa Tul Malahida". Therefore this article has taken stock of history of scientism, difference between science and scientism through their definitions, symptoms of scientism, arguments in favour of scientism and counter arguments given by Mufti Yasir Nadeem Alwajdi in his book "Tahafa tul Malahida".In this article I have also taken care of verifying all references and provided comprehensive references.

Keywords: Science, Scientism, Atheism, Agnosticism, Arguments, God

تعارف

سائنٹزم الحاد اور لا ادریت کی ایک بہت بڑی اور اہم وجہ ہے۔ مغربی ممالک میں جو لوگ ملحد، لبرل یا لا ادریہ بنتے ہیں، وہ دراصل سائنٹزم کا ہی شکار ہوتے ہیں۔ چونکہ سائنس لوگوں کے ذہنوں میں اس بات کو پختہ کرتی ہے کہ جس چیز کا مشاہدہ کیا جا سکے وہی موجود ہے، اور جس کا مشاہدہ نہ کیا جا سکے وہ موجود نہیں، لہذا خدا کا مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا، تو خدا موجود بھی نہیں۔ اور لوگ سائنٹزم کا شکار ہو کر خدا کے وجود کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور کیونکہ اس دنیا میں ہر چیز انسان کی سہولت کے لئے ہے، لہذا انسان ہی سپریم ہے

* Email of corresponding author: ahmadraza.aa16@gmail.com

،اور انسان کے فائدے کے لئے ہی سوچا جائے گا، ہر چیز کا محور انسان ہی ہو گا۔ اور انسان کا فائدہ اسی میں ہے کہ انسان اپنے آپ کو ہر طرح سے آزاد کر لے، کیونکہ انسان ہی اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ اس سوچ اور فکر کو رد کرنے میں مفتی یاسر ندیم الواجدی نے اپنی غیر مطبوعہ کتاب "تہافت الملاحدہ" میں سعی و کوشش کی ہے۔ اس آرٹیکل میں سائنٹزم کی تاریخ اور سائنس اور سائنٹزم کی تعریفات کے ذریعے ان کے درمیان فرق بیان کرنے کے ساتھ ساتھ، سائنٹزم کی علامات، سائنٹزم کے حق میں موجود دلائل بیان کئے گئے ہیں۔ نیز مفتی یاسر ندیم الواجدی کی طرف سے سائنٹزم کے حق میں دیئے گئے دلائل کے جوابات کا ذکر کر کے تخریجی جائزہ لیا گیا ہے۔

سائنٹزم کی تاریخ

فتنہ سائنٹزم کو جاننے کے لئے سائنٹزم کی تاریخ اور اسباب و محرکات کو جاننا بے حد ضروری ہے لہذا ابتداء یہیں سے کی جا رہی ہے۔

سائنس بحیثیت مذہب

سائنس دنیا کے سامنے بطور علم نہیں، بلکہ بطور مذہب متعارف ہوئی۔ ایک زمانے تک سائنس کو مذہب کی حیثیت سے یاد کیا جاتا رہا۔ فرانسس بیکن نامی ایک مشہور سائنسدان گزرا ہے جو پیشہ سے وکیل، اور سیاست دان تھا، اور اپنے دور میں انگلینڈ کا لارڈ چانسلر بھی رہا۔ اس شخص کی سیاسی بصیرت نے اس بات کو بھانپ لیا کہ سائنس کو منظم کیا جانا چاہیے، اور اداروں کے ماتحت سائنس کی تعلیم کے ذریعے اگر تحقیق ہو، اور سائنس کو فروغ ہو، تو ترقی اور اقتدار کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔ فرانسس بیکن نے انگلینڈ کے اشرافیہ کو قائل کرنے کے لیے بائبل کی "کتابِ پیدائش" اور قرآن کی آیت "وعلم آدم الاسماء" سے استدلال کرتے ہوئے یہ بات ثابت کی کہ سائنس بائبل کے عین مطابق ہے، اور سائنس کا علم الہامی ہے، اور جن علوم کے نام اللہ نے آدم کو سکھائے، ہم اُن علوم کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ (1)

Technocracy (ماہرینِ فن کی حکومت)

فرانسس بیکن نے Technocratic Utopia کا نظریہ پیش کیا جس کا مطلب ہے کہ "ایسا نظام حکومت جس میں ٹیکنالوجی کے ذریعے پورے معاشرہ اور نظام کو کنٹرول کیا جائے"۔ موجودہ دور میں وہ ممالک جہاں سائنسی ترقی ہو رہی ہے مثلاً امریکہ انگلینڈ وغیرہ یہ سب Technocratic Utopia کے نظریے کے تحت ترقی ہو رہی ہے، تاکہ انسانوں کے معاشرہ اور نظام کو کنٹرول کیا جا سکے، اسی لیے ٹیکنالوجی کے ذریعے حکومت وقت آپ کی حرکات و سکنات پر نظر رکھے ہوئے ہے، ٹیکنالوجی کے ذریعے آپ کو کنٹرول کیا جا رہا ہے، اسے ٹیکنوکریسی Technocracy کہا جاتا ہے۔ Technocratic Utopia نظریہ بیکن فرانسس نے نیو اٹلانٹس میں 1624 میں پیش کیا، جسے Rupert Sheldrake نے اپنی کتاب "TheScience Delusion" میں ذکر کیا ہے، بیکن کہتا ہے:

> "In New Atlantis (1624), Bacon described a techno cratic Utopia in which a scientific priesthood made decisions for the good of the state as a whole. The Fellows of this scientific 'Order or Society' wore long robes and were treated with a respect that their power and dignity required. The head of the order travelled in a rich chariot, under a radiant golden image of the sun. As he rode in procession, 'he held up his bare hand, as he went, as blessing the people".(2)

"کچھ پڑھے لکھے اور سائنسی معلومات رکھنے والے افراد یہ طے کریں گے کہ ریاست کے لیے اور ریاست میں بسنے والوں کے لیے کیا چیز اچھی ہے ؟(اچھائی اور بھلائی کا فیصلہ سائنسی پادری کریں گے) اس Technocratic Utopia میں سائنسدان ایک خاص لباس پہنیں گے، جیسا کہ پادری "ایپرون" پہنتے ہیں اور ان کے ساتھ نہایت ہی احترام اور عزت کے ساتھ پیش آیا جائے گا، کیونکہ وہ طاقتور ہوں گے اور باوقار طبقے سے تعلق رکھتے ہوں گے، لہذا ان کا وقار اور ان کی طاقت اور عظمت اس بات کی متقاضی ہو گی کہ ان کے ساتھ عزت اور احترام کے ساتھ پیش آیا جائے، اس پورے نظام کا سربراہ ایک بڑی شاندار گھوڑا گاڑی میں سفر کر رہا ہو گا، اور اس کے اوپر سنہرا سورج سایہ فگن ہو گا۔ جب وہ لوگوں کی مشایات میں چل رہا ہو گا تو ساتھ ساتھ وہ اپنے ہاتھ کے اشارے کے ذریعے لوگوں کو دعائیں دے رہا ہو گا"۔

بالکل پادری کی طرح، کہ جب وہ کسی سفر میں ہوتا ہے تو اس کی خاص گاڑی ہوتی ہے، جس میں سکیورٹی کے لیے چاروں طرف شیشے ہوتے ہیں، اور پادری اندر سے ہاتھ کے اشارے کے ذریعے لوگوں کو دعائیں دے رہا ہوتا ہے۔ بیکن کی اس مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ایک ایسا سائنسی نظام چاہتا تھا کہ جو ایک مذہبی نظام کے ہم پلہ ہو، اسی لیے سائنس کو بطور مذہب کے متعارف کروایا گیا، نہ کہ بطور علم۔ اسی لیے جس طرح اہل مذہب اپنے لیے چرچ، مندر، مسجد وغیرہ بناتے ہیں بالکل اسی طرح سائنس دانوں نے بھی اپنے لیے ٹیمپل بنانا شروع کیے، اور باقاعدہ اسے ٹیمپل ہی کا نام دیا گیا۔ اور جس طرح چرچ، مندر، اور مسجد اہل مذہب کے درمیان مقدس جگہیں ہیں، اسی طرح ٹیمپل بھی سائنس دانوں کے لیے مقدس جگہیں ہیں۔[3]

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں سائنس کو مذہب کے مقابل لانے کی کوشش کی جاتی رہی، اور وہ مقام جو مذہبی رہنماؤں کو میسر تھا وہی مقام سائنسدانوں کے حصہ میں لانے کے لئے تگ و دو کی گئی، جس میں بہت حد تک کامیابی بھی حاصل رہی۔ لیکن عصرِ حاضر میں سائنس کو مذہب کے مقابل نہیں بلکہ مذہب سے فائق، اور اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے پھیلایا جا رہا ہے اسی نظریہ کے پیشِ نظر اصلاحات کے نام پر حکومتی اور اعلیٰ سطحی اداروں کی طرف سے مدارس کے نظام اور نصاب میں تبدیلی کی آوازیں اُٹھتی رہتی ہیں جن کا پس پردہ مقصد سائنس اور سائنسی علوم کو اعلیٰ اور مفید جبکہ مذہبی علوم کو غیر مفید ثابت کرنا ہوتا ہے گویا کہ اب سائنسی مفکرین، سائنس کو مذہب کے مقابلہ میں لانے کے بجائے مذہب کو بالکلیہ ختم کرنے اور اس کے بے کار ہونے کے قائل ہیں، اور انسانی ذہن کو یہ باور کروایا جا رہا ہے کہ اصل حقیقت سائنس ہی ہے جس کے ذریعے نئی ایجادات ہو رہی ہیں اور انسانیت کو فائدہ پہنچ رہا ہے، لہذا سائنس کو ہی فوقیت دی جائے۔

سائنسی ٹیمپلز کا ارتقاء

فرانسس بیکن کے نظریے کے بعد حکومت نے فوراً ہی سائنسی اداروں کی پشت پناہی کرنا شروع نہیں کی، بلکہ سائنس سے تعلق رکھنے والے افراد یا تو بذاتِ خود تحقیقات پر اپنا سرمایہ خرچ کرتے، جیسا کہ CharlsDarwin نے اپنی تحقیقات کے لیے خود سے ہی فنڈنگ کا اہتمام کیا، کیونکہ وہ ایک مالدار گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ یا پھر سائنس سے محبت رکھنے والے لوگ سائنسی تحقیقات کے لیے فنڈنگ کیا کرتے تھے، جن میں سے ایک LouisPasteur ہے اس کے بارے میں Rupert Sheldrake لکھتا ہے:

> "In France, Louis Pasteur (1822-95) was an influential proponent of science as a truth finding religion, with laboratories like temples through which mankind would be elevated to its highest potential: Take interest, I beseech you, in those sacred institutions which we designate under the expressive name of

laboratories. Demand that they be multiplied and adorned; they are the temples of wealth and of the future. There it is that humanity grows, becomes stronger and better".[4]

" Louis Pasteur نامی شخص جو کہ فرانس میں 1822 کو پیدا ہوا، اور 1895 کو فوت ہوا، یہ سائنس کا بہت بڑا حامی تھا، اور بہت ہی مالدار اور اثر رکھنے والا فرد تھا۔ یہ سمجھتا تھا کہ سائنس ہی دراصل حقیقت کی تلاش کرنے والا واحد مذہب ہے، گویا کہ سائنس ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کی حیثیت چرچ اور مندروں کی سی ہے، اور ان مندروں کے ذریعے ہی انسانیت اپنے عروج کو پہنچ سکے گی۔ (اور وہ کہتا ہے کہ) میں تم لوگوں سے التجا کرتا ہوں کہ ان اداروں میں دلچسپی دکھاؤ جن کا نام ہم نے Laboratory رکھا ہے۔ یہ مقدس ادارے کی طرح ہے، (اور اے لوگو!) یہ مطالبہ کرو کہ اس طرح کے ادارے زیادہ سے زیادہ بنیں، ان کو زیادہ سے زیادہ سجایا اور سنوارا جائے۔ یہ دولت اور مستقبل کے مندر ہیں، یہیں پر انسانیت بڑھے گی، اور یہیں پر انسانیت طاقتور اور زیادہ بہتر ہو گی"۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بیسویں صدی کے آغاز میں سائنس نے مکمل طور پر ایک ادارے کی شکل اختیار کی اور حکومتوں نے سائنس اور سائنسی اداروں میں دلچسپی دکھانا شروع کی۔ واضح طور پر سائنس کی اہمیت کا اندازہ اس وقت ہوا جب دوسری جنگ عظیم میں امریکہ نے جاپان پر ایٹم بم گرایا۔ اس وقت ساری دنیا کو اندازہ ہوا کہ سائنسی ترقی کس قدر ضروری ہے، اور 2015 میں صرف امریکہ میں 495 بلین ڈالر سائنسی تحقیقات کے نام پر مختص کیے گئے، جس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انسانوں کو فائدہ پہنچایا جائے، بلکہ اس کا مقصد مالداروں کو مزید مالدار بنانا ہے، اس لیے حکومت کی طرف سے صرف 121 بلین ڈالر مختص کیے گئے اور اس کے علاوہ بقیہ جتنی دولت مختص کی گئی وہ سرمایہ داروں اور مالدار طبقے کی جانب سے مختص کی گئی۔ کیونکہ فرانسس بیکن نے جو نعرہ دیا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ "knowledge is power" کہ اس سائنسی ترقی کے ذریعے تم طاقتور ہو جاؤ گے، اور جب تم طاقتور ہو جاؤ گے تو تم پوری دنیا پر حکمرانی کرو گے، اور پوری دنیا کو چلا سکو گے۔ اور اسی مقصد کے تحت آج دنیا میں سائنسی ترقی ہو رہی ہے تاکہ مزید سے مزید طاقتور بنا جا سکے۔[5]

فرانسس بیکن نے اگرچہ یہ نظریہ دیا تھا کہ سائنسی علوم کی بدولت تم دنیا پر حکمرانی کرو گے اور مزید طاقتور ہو جاؤ گے لیکن Louis Pasteur کا یہ کہنا کہ There it is that humanity grows, becomes stronger and better

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کچھ لوگوں نے سائنس کی حمایت اور اس کے فروغ کی کوشش اس نظریہ کے تحت کی تھی کہ اِن سائنسی علوم کی بدولت لوگوں کی زندگیوں میں بہتری آئے گی جو کہ ایک بہترین سوچ تھی لیکن بعد ازاں انسانیت کی بہتری کی سوچ پر چند انسانوں کے طاقتور اور قابض ہونے کی سوچ حاوی ہو گئی اور آج تک جدید ٹیکنالوجی سے سپر پاور بننے کی جنگ جاری ہے۔

سائنسی فرمان بحیثیتِ فرمانِ پوپ

قرونِ وسطیٰ میں کیتھولک چرچ، پوپ اور کونسلوں کی طرف سے صادر ہونے والے احکام کو یہ سمجھا جاتا تھا کہ یہ احکام برحق ہیں، اور ان میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اور کوئی ان کی مخالفت نہیں کر سکتا، اِنہیں تسلیم کیا جانا ضروری ہے، پوپ اور کونسل کی طاقت کا اندازہ یہاں سے لگایا جا سکتا ہے کہ 1229ء ٹولوس کونسل میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ پوپ کی اجازت کے بغیر کوئی مسیحی بائبل کو نہیں پڑھ سکتا، 1545 عیسوی تک پاپائیت کے اختیارات اس قدر مضبوط ہو گئے تھے کہ مذہبی سیادت کے ساتھ ساتھ جنت

میں داخلہ کے پروانے کا اختیار بھی پوپ اپنے ہاتھ لے چکا تھا حتٰی کہ اعراف میں قید لوگوں کو آزاد کرانے کا اختیار بھی پوپ لے چکے تھے اور یہ فیصلے ٹرینٹ کونسل کی کونسلوں میں کیئے گئے تھے۔(6)

مسیحیت میں نجات خدا کا ازلی منصوبہ سمجھی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ خدا نے اپنے بیٹے کو انسانی گناہ کے کفارہ کے لئے بھیجا ہے، ایکو مینیکل کونسلوں نے تمام بائبلی تصورات سے اعراض برتتے ہوئے نجات کو پوپ کے دائرہ اختیار میں دیا اور منظم مہم کے ذریعے اس نظریہ کو پروان چڑھایا گیا کہ یسوع کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے کلیسیا کے کاہن بھی گناہ معاف کرنے کا مکمل اختیار رکھتے ہیں، مادر کلیسیا جب نجات دیتی ہے تو خدا کی درگاہ میں منظور ہو جاتی ہے، لہذا کسی ایک شخص کی زائد از فرض نیکیاں کسی دوسرے کے لئے نجات بنانے کا اختیار بھی پوپ کے پاس تھا وہ جسے چاہے نجات کا پروانہ تھمادے، یہاں تک کہ سیاسی وذاتی مقاصد کی خاطر لڑائیوں میں شرکت کرنے والوں کو بھی پوپ کی طرف سے اخروی نجات کی سندیں ملتی رہیں۔(7)

درجِ ذیل اقتباس سے یہ بات واضح ہو گی کہ سائنسی حلقوں میں بھی اسی طرح کی باتیں کی جانے لگیں کہ گویا سائنس کے پاس بھی ایک کیتھولک چرچ ہے۔Rupert Sheldrake اپنی کتاب میں ایک اقتباس کو بیان کرتا ہے:

> "By the 1950s, when institutional science had reached an unprecedented level of power and prestige, the historian of science George Sarton approvingly described the situation in a way that sounds like the Roman Catholic Church before the Reformation: Truth can be determined only by the judgement of experts ... Everything is decided by very small groups of men, in fact, by single experts whose results are carefully checked, however, by a few others. The people have nothing to say but simply to accept the decisions handed out to them. Scientific activities are controlled by universities, academies and scientific societies, but such control is as far removed from popular control as it possibly could be".(8)

" 1950 تک جب ادارہ جاتی سائنس ایک بے نظیر نقطہ عروج تک پہنچ گئی، جس کی ماضی میں کوئی نظیر نہیں تھی، اس وقت ایک سائنسی مؤرخ George sarton نے صورتحال کو کچھ اس انداز سے بیان کیا جس سے محسوس ہوا کہ رومن کیتھولک چرچ کی طرف سے ایک فرمان صادر ہو رہا ہے، اور یہ رومن کیتھولک بھی اُس دور کا کہ جب تحریک اصلاح ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔(اس بیان کردہ صورتحال سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ جب سائنس دانوں نے ترقی کی تو انہوں نے خود کو کیا سمجھنا شروع کر دیا اور پھر یہیں سے سائنٹزم کی بنیاد پڑی۔ نیز وہ کہتا ہے کہ) سچائی صرف کچھ ماہرین کے فیصلے کی بنیاد پر ہی سمجھی جا سکتی ہے (ہر ایک سچائی تک نہیں پہنچ سکتا، صرف ماہرین کا فیصلہ ہی بتائے گا کہ سچائی کیا ہے؟ یہ تمام باتیں سائنس کے تناظر میں ہو رہی ہیں) کسی بھی چیز کا فیصلہ انسانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ذریعے ہو گا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ سائنس کی دنیا کے ایک ماہر شخص کے ذریعے یہ فیصلہ ہو گا کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا؟ یہ الگ بات ہے کہ اس کے پیش کردہ نتائج کو بہت احتیاط کے ساتھ جانچا بھی جائے گا، لیکن ہر ایک کو یہ حق حاصل نہیں ہو گا کہ وہ اس شخص کے پیش کردہ حل کے نتائج کو جانچتا پھرے۔ بلکہ کچھ لوگ ان نتائج کو چیک کرنے اور ان کا تحلیل اور تجزیہ کرنے کا حق رکھیں گے، عام لوگوں کو کچھ بھی کہنے کا اختیار نہیں ہو گا، وہ صرف اور صرف ان فیصلوں کو قبول کریں گے، جو ان کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ سائنسی سرگرمیاں صرف یونیورسٹیز، سائنسی اکیڈمیز، اور سائنسی سوسائٹیز کے ذریعے ہی کنٹرول کی جائیں گی۔ اور اس کو عوامی کنٹرول سے جتنا ہو سکے دور رکھا جائے گا"

اس مذکورہ بالا اقتباس سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ سائنس کو ویسا ہی مانا جانے لگا جیسا کہ مذہب کو مانا جاتا تھا، پوپ کا فیصلہ ہی حرف آخر ہوگا، اسی طرح اس اقتباس کے مطابق ماہرین کا ہی فیصلہ حرف آخر ہوگا، وہی فیصلہ کرے گا کیا اچھائی ہے؟ کیا برائی ہے؟ سائنسی ماہر ہی فیصلہ کرے گا کیا درست ہے، کیا درست نہیں ہے؟ اور اس ماہر کے فیصلے کو آپ چیلنج نہیں کر سکیں گے، جس طرح پوپ کے فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سائنس کو مذہب کے مقابل یا مذہب کے طور پر ہی پیش کیا گیا۔(9)

george Sartan کا یہ کہنا کہ "سائنسی سرگرمیاں صرف یونیورسٹیز، سائنسی اکیڈمیز، اور سائنسی سوسائٹیز کے ذریعے ہی کنٹرول کی جائیں گی" آج عصرِ حاضر میں اس پر من وعن عمل کیا جارہا ہے اور سائنسی سرگرمیوں کو صرف تعلیمی اداروں تک محدود کر دیا گیا ہے جو لاکھوں روپے فیسیں لیکر سرگرمیاں کرواتے ہیں اور یہ عمل ایک کاروبار کی شکل اختیار کر چکا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں مذہب کے متعلق بات کرنے اور بحث کرنے کا اختیار ہر چھوٹے، بڑے، نااہل اور جاہل کو دے دیا گیا اور اب ہر شخص سوشل میڈیا کے ذریعے دین اور مذہب کی خود ساختہ اور پسندیدہ وضاحت اور تشریح کر رہا ہے اور یہ اس تشریح اور وضاحت کے لئے اسے کسی ڈگری کی ضرورت نہیں، جس کے سبب دینی علوم، اور مذہب کی قدر اور مقبولیت میں نمایاں کمی جبکہ سائنس اور سائنسی علوم کی مقبولیت میں ممتاز اضافہ نظر آتا ہے، کیونکہ سائنسی سرگرمیاں ہر کس وناقص کی دسترس میں نہیں۔

مادیت پسند فلسفے کا عروج (Materialism)

19 ویں صدی میں مادہ پرستی Materialism کے فلسفے کو عروج حاصل ہوا۔ اس فلسفے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہے وہ مادہ ہی ہے، اور جو چیز مادی نہیں ہے وہ موجود بھی نہیں ہے۔ 19 ویں صدی میں یورپ میں ملحدین کی تعداد بڑھ رہی تھی، اور مادہ پرستی ایک ایسا نظریہ تھا، جس کے ذریعے ملحدین کے الحادی نظریات فروغ پا سکتے تھے، اسی لیے انہوں نے اس مادہ پرستی کے نظریے کو پھیلانے اور معاشرے میں رائج کرنے کی طرف اپنی تمام تر طاقتیں صرف کیں۔ اور اس طریقے سے مادہ پرستی کے نظریے کو رائج کیا کہ گویا یہ سائنسی مفروضہ ایک حقیقت ہے، اور ایسی حقیقت ہے کہ جس کا انکار کرنا ویسا ہی ہے جیسا مذہب کی زبان میں خدا کا انکار کرنا ہے۔ اس مادہ پرستی فلسفے کے مطابق یہ پوری کائنات ایک مشین کی سی ہے جو بھاپ کے ذریعے چل رہی ہے، اور انسان کی حیثیت ایک مشین کی سی ہے، کہ جس طرح کوئی مشین خراب ہو جاتی ہے اور اس کی کوئی دوسری زندگی نہیں ہوتی، اسی طرح انسان بھی خراب اور ختم ہو جاتا ہے اور اس کی بھی مرنے کے بعد کوئی نئی زندگی نہیں ہوتی، یہ مادہ پرستانہ نظریہ ہے۔ اس نظریہ کو انگلینڈ کے مشہور ملحد Bertrand Russell نے بیان کیا، جس کو Rupert Sheldrake نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:

> "That man is the product of causes which had no prevision of the end they were achieving; that his origin, his growth, his hopes and fears, his loves and beliefs, are but the outcome of accidental collisions of atoms; that no fire, no heroism, no intensity of thought and feeling, can preserve an individual life beyond the grave; that all the labors of the ages, all the devotion, all the inspiration, all the noonday brightness of human genius, are destined to extinction in the vast death of the solar system; and that the whole temple of Man's achievement must inevitably be buried beneath the debris of a universe in ruins - all these things, if not quite beyond dispute, are yet so nearly certain, that no philosophy

which rejects them can hope to stand."[10]

انسان دراصل سبب اور مسبب کے سلسلے کا ایک نتیجہ ہے۔ انسان کے پاس کوئی ایسا مقصد نہیں ہے جسے وہ آگے چل کر حاصل کرنا چاہتا ہو۔ انسان میں موجود ترقی کا شوق، اس کی امیدیں، اس کا خوف، اس کا پیار و محبت، اس کے اعتقادات، یہ سب کچھ دراصل کچھ ایٹمز کے آپس میں ٹکرانے کا نتیجہ ہیں (کچھ ایٹمز آپس میں ٹکرائے تو انسان وجود میں آگیا پھر انسان کے دماغ میں کچھ ایٹمز آپس میں ٹکراتے ہیں تو خوف پیدا ہوتا ہے، محبت پیدا ہوتی ہے، اعتقادات جنم لیتے ہیں، اس کے اندر کچھ کرنے کا جذبہ جنم لیتا ہے یہ کچھ سب کچھ ایٹم سے وابستہ ہے) یہ ممکن نہیں ہے کہ آگ، خیالات، اور احساسات کی شدت انسان کی موت کے بعد بھی بچی رہیں۔ (یعنی انسان کی زندگی قبر تک ہی ہے اور وہیں ختم ہو جاتی ہے، مادہ پرستی کے مطابق ہی کائنات چونکہ ایک مشین ہے اور مشین کو ایک نہ ایک دن ختم ہونا ہے، ایسا نہیں ہے کہ مرنے کے بعد کوئی زندگی ہوگی، اور رب العالمین کی عدالت میں پیش ہوں گے۔ چنانچہ (وہ کہتا ہے) تمام تر محنتیں، وفاداریاں، الہامات، اور نصف النہار کی طرح چمکتی ہوئی ہماری نبوغیت (ذہنی صلاحیتیں)، سب ایک دن ختم ہو جائیں گے۔ اور اس نظام شمسی کی موت کے ساتھ تباہ و برباد ہو جائیں گے، اور انسان کے تمام تر حصولیابیاں اس کائنات کے ذرات کے ڈھیروں تلے دفن ہو جائیں گے، (چونکہ جب یہ کائنات تباہ ہو گی تو نظام شمسی بھی تباہ ہو جائے گا جب نظام شمسی ہی تباہ ہو جائے گا تمہاری تمام تر ترقیاں تباہ ہو جائیں گی اور پھر تمہارا خاتمہ ہو جائے گا)۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ساری چیزیں مکمل طور پر غیر متنازعہ ہیں، لیکن یہ چیزیں تقریباً یقینی ہیں، ان چیزوں کو مسترد کرنے والا کوئی بھی فلسفہ اب باقی رہنے کا سوچا نہیں جا سکتا۔

مٹیریل ازم کا یہ دعویٰ کرنا کہ کائنات کی حقیقت مادہ ہے اور جو مادہ نہیں، وہ موجود بھی نہیں۔ اس کا سب سے زیادہ اثر مذہب پر پڑا، کیونکہ مذہب کا اصل اور بنیادی ڈھانچہ ایسے عقائد پر مشتمل ہے کہ جو غیبی ہیں جیسے خدا، فرشتے، جنت، دوزخ، وغیرہ جو کہ براہِ راست مشاہدہ میں نہیں آتے۔ جس کے سبب مذہب کو فرضی چیز سمجھا گیا لیکن بیسویں صدی میں مزید مطالعہ اور تحقیقات کے بعد انسان کو یہ معلوم ہوا کہ حقائق صرف وہی نہیں جو براہِ راست ہمارے مشاہدہ میں آئیں بلکہ بہت سارے حقائق ایسے ہیں کہ جن کی کوئی مادی شکل و صورت تو نہیں ہوتی لیکن ان کی حقیقت مسلّم ہوتی ہے جیسے روشنی، کشش، مقناطیسیت وغیرہ، جن کی صداقت کو تجربہ اور اِن چیزوں کے اثرات سے مستنبط کیا جاتا ہے۔

سائنٹزم کے ذریعے الحاد کو تقویت

مشہور امریکی مؤرخ William Provine نے سائنٹزم کے مسئلے پر گفتگو کرتے ہوئے یہ بات لکھی ہے:

"Modern science directly implies that the world is organized strictly in accordance with mechanistic principles. There are no purposive principles whatsoever in nature. There are no gods and no designing forces that are rationally detectable.... 14 Modern sciences directly imply that there are no inherent moral or ethical laws, no absolute guiding principles for human society.... Human beings are marvelously complex machines.... when we die, we die and that is the end of us.... Free will as it is traditionally conceived the freedom to make unpredictable choices among alternative possible courses of action simply does not exist.... There is no ultimate meaning for humans".[11]
[12]

جدید سائنس براہ راست ہمارے ذہنوں میں یہ بٹھاتی ہے کہ پوری دنیا مکمل طور پر مشینی اصولوں کی پابند ہے (مشینی اصول کا مطلب یہ ہے کہ کمپیوٹر کے کی بورڈ میں اگر پی کا بٹن دبایا گیا تو پی ہی لکھا جائے گا، کی بورڈ درست ہے تو ایسا کبھی نہیں ہو گا کہ اس سے دبایا تو ڈی جارہا ہو، اور لکھا سی جارہا ہو، یہ ایک مثال ہے۔ مشینری اصول کا مطلب ہے سبب اور مسبب کا نظام، پوری کائنات اسی سبب اور مسبب کے نظام کے تابع ہے، اس سے ہٹ نہیں سکتا) فطرت میں ایسے اصول نہیں ہیں جو با مقصد ہوں، (یعنی فطرت کے سارے اصول بے مقصد ہیں) نہ خداؤں کا وجود ہے، نہ ہی ایسی طاقتوں کا وجود ہے جنہوں نے اس کائنات کو ترتیب دیا ہو، ایسے خدا اور ایسی طاقتیں جنہیں ہم جانچ سکیں، اور دیکھ سکیں۔ جدید سائنس براہ راست اس بات کی قائل ہے کہ انسان کے پاس کوئی بھی موروثی اقدار نہیں ہے، اس کے پاس کوئی اخلاقی نظام نہیں ہے، اور کسی چیز کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انسانی معاشرے کے لیے یہ ہدایت کے مطلق اصول ہیں، انسان حیرت انگیز طور پر بہت ہی زیادہ پیچیدہ مشین ہے۔ جب ہم مریں گے تو بس مر جائیں گے، اور موت ہمارا خاتمہ ہو گا۔ ایسی آزادی کہ ہم اپنے اختیار سے مختلف افعال میں سے کسی ایک کو منتخب کر سکیں، اس طرح کا اختیار موجود ہی نہیں ہے، (جس طرح کمپیوٹر کو کوئی اختیار نہیں ہے روبوٹ کو کوئی اختیار نہیں ہے اسی طرح انسان کو بھی کوئی اختیار نہیں ہے) انسان کا کوئی حقیقی مقصد نہی ہے۔

یہ ہے دراصل سائنٹزم کا اصل مسئلہ، کہ سائنٹزم نے جب عروج حاصل کیا، تو انسانوں کو مذکورہ بالا چیزوں کا یقین دلایا، اور یہاں سے لاادریت اور الحاد بہت زیادہ مضبوط ہوا۔ اگرچہ یہ پہلے موجود تھے لیکن انہیں تقویت سائنٹزم ہی کے ذریعے ملی، اسی طرح کا ایک اقتباس Richard Dawkins کا بھی ذکر کیا جاتا ہے، وہ کہتا ہے:

"We no longer have to resort to superstition when faced with the deep problems: Is there a meaning to life? What are we for? What is man? After posing the last of these questions, the eminent zoologist G.G. Simpson put it thus: 'The point I want to make now is that all attempts to answer that question before 1859 are worthless and that we will be better off if we ignore them completely".(13)

ہمارے سامنے کچھ گہرے مسائل پیش آجائیں تو ہمیں اب کسی بھی طرح کے توہمات کا سہارا لینے کی ضرورت نہیں ہے، مثلاً کیا ہماری زندگی کا کوئی مقصد ہے؟ ہم کس لیے بنے ہیں؟ انسان کیا ہے؟ (ان تمام چیزوں کو جاننے کے لیے ہمیں کسی طرح کے توہمات کے سہارے لینے کی ضرورت نہیں ہے، کہ ہم مذہبی کتابوں کا مطالعہ کریں اور انہیں سمجھیں) آخری سوال کو ذکر کر کے مشہور ماہر حیوانیات جی جی سمسن نے کچھ اس طرح بات لکھی ہے "انسان کیا ہے؟ اس سوال کو سمجھنے کی جتنی بھی کوششیں 1859 سے پہلے ہوئیں، وہ ساری کی ساری بیکار ہیں، اور بہتر یہ ہے کہ ہم ان تمام کوششوں کو مکمل طریقے سے رد کر دیں۔

1859 میں ڈارون نے نظریہ ارتقاء پیش کیا تھا، اس نظریہ نے ہمیں یہ بتادیا کہ انسان کیا ہے؟ وہ کہاں سے آیا ہے؟ اس کا کیا مقصد ہے؟ اس نظریہ نے بتایا کہ انسان کا کوئی مقصد نہیں ہے، وہ سنگل سیل سے آیا ہے۔ لہذا مذہبی کتابوں کو پڑھنے اور ان سے معلومات حاصل کرنے کی قطعا کوئی ضرورت نہیں ہے۔(14)

سائنس کی تعریف

RobertGabbler نے سائنس کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

"Science is the systematic and organized inquiry into the natural world and its

phenomena. Science is about gaining a deeper and often useful understanding of the world."(15)

" سائنس اس فطری دنیا اور اس کے مظاہر میں مزید تلاش اور چھان بین کے منظم طریقے کا نام سائنس ہے۔ سائنس کا مطلب یہ ہے کہ اس دنیا کے تعلق سے ہماری فہم زیادہ سے زیادہ بہتر اور گہری ہو۔"

اس تعریف سے یہ اندازہ ہو گیا کہ سائنس کے پڑھنے اور پڑھانے کا مقصد اس دنیا اور کائنات کو بہتر طریقے سے سمجھنا ہے، اگر اس دنیا سے باہر کسی غیر مادی عالَم میں سائنس کے اصول اپلائی کیے جائیں گے تو یہ سائنس کا اپنے دائرہ کار سے باہر نکلنا ہو گا، اور کوئی بھی چیز جب اپنے دائرہ کار سے باہر نکلتی ہے تو وہ بھٹک جاتی ہے۔ سائنٹزم میں یہی ہوا کہ سائنس کو اپنے دائرہ کار سے نکال کر دوسرے میدانوں میں لایا گیا، جس وجہ سے سائنس بھٹک گئی۔ لیکن سائنس کی اصل تعریفات کو پڑھنے تو معلوم ہو گا کہ دنیا کو مزید بہتر انداز سے سمجھنے کا نام سائنس ہے۔ (16)

Academic Press Dictionary of Science & Technology کے مطابق سائنس کی تعریف یہ ہے:

"The organized body of knowledge that is derived from such observations and that can be verified or tested by further investigation".(17)

"منظم معلومات جو مشاہدے پر مبنی ہوں، جن کی مزید تحلیل اور تجربہ کے ذریعے تحقیق کی جاسکے"۔

یعنی مشاہدہ پر مبنی معلومات کا جو ڈھانچہ ہے، وہی دراصل سائنس ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے صرف اُنہیں چیزوں میں سائنس کے اصول نافذ کیے جاسکتے ہیں، وہی سائنس کا میدان ہے۔ اور جس چیز کا مشاہدہ نہیں کیا جاسکتا، وہ چیز سائنس کا دائرہ عمل ہی نہیں ہے۔ جب وہ سائنس کا دائر میدان نہیں ہے، تو سائنس کو یہ حق بھی نہیں کہ وہ اس میدان میں جائے اور وہاں اپنے اصول لاگو کرے۔ یہ سائنس کی دو مستند تعریفات ہیں کوئی بھی شخص ان تعریفات سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ (18)

سائنسی دلیل (Scientific Evidence)

ملحدین کی جانب سے یہ مطالبہ بار بار کیا جاتا ہے کہ خدا کے وجود یا معجزات کو سائنسی بنیادوں پر ثابت کریں، اور ان نزدیک سائنسی دلیل (Scientific Evidence) ہی قابل قبول ہو گی، اس کے علاوہ کسی چیز کی کوئی حیثیت نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سائنسی دلیل کسے کہا جاتا ہے؟ تو یہاں پر سائنسی دلیل کی تعریف کو ذکر کیا جارہا ہے:

"Scientific evidence is evidence that serves to either support or counter a scientific theory or hypothesis .Such evidence is expected to be empirical evidence and interpretable in accordance with the scientific method."(19)

"Scientific evidence (سائنسی دلیل) ایسی دلیل کا نام ہے جس کا مقصد سائنسی مفروضے کی یا تو حمایت کرنا ہے یا اس کو رد کرنا ہے۔ اس طرح کی دلیلیں مشاہداتی ہونی چاہیے، اور اس کی تحلیل اور تجزیہ سائنسی اصول کے مطابق کی جانی چاہیے"۔

اس تعریف سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سائنسی دلیل کسی سائنسی مفروضے پر پیش کی جائے گی جبکہ خدا کا وجود یا معجزات یہ کوئی سائنسی مفروضہ نہیں ہے، اور جب یہ سائنسی مفروضہ نہیں تو ان کے لیے سائنسی دلیل بھی نہیں ہونی چاہیے۔ اسی طرح سائنسی دلیل مشاہداتی اور سائنسی اصول وضوابط کے مطابق ہونی چاہیے۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ سائنسی اصول وضوابط کیا ہیں؟ تو اس کی وضاحت یہ ہے:

"Scientific method generally involves the following steps:

1. Making an observation that requires an explanation. We may wonder if the observation represents a general pattern or is a "fluke" occurrence. For example, on a trip to the mountains, you notice that it gets colder as you go up in elevation. Is that just a result of conditions on the day you were there, or just the conditions at the location where you were, or is it a relationship that generally occurs everywhere?

2. Restating the observation as a hypothesis. Here is an example: As we go higher in elevation, the temperature gets cooler (or, as a question, Does it get cooler as we go up in elevation?). The answer may seem obvious, yet it is generally but not always true, depending on environmental conditions that will be discussed in later chapters. Many scientists recommend a strategy called multiple working hypotheses, which means that we consider and test many possible hypotheses to discover which one best answers the questions while eliminating other possibilities.

3. Determining a technique for testing the hypothesis and collecting necessary data. The next step is finding a technique for evaluating data (numerical information) and or facts that concern that hypothesis. In our example, we would gather temperature and elevation data (taken at about the same time for all data points) for the area we are studying.

4. Applying the technique or strategy to test the validity of the hypothesis. Here we discover if the hypothesis is supported by adequate evidence, collected under similar conditions to minimize bias. The technique will recommend either acceptance or rejection of the hypothesis. If the hypothesis is rejected, we can test an alternate hypothesis or modify our existing one and try again, until all of the conceivable hypotheses are rejected or we discover one that is supported by the data. If the test supports the hypothesis, we have confirmed our observation, at least for the location and environmental conditions in which our data and information were gathered. After similar tests are conducted and the hypothesis is supported in many places and under other conditions, then the hypothesis may become a theory. Theories are well-tested concepts or relationships that, given specified circumstances, can be used to explain and predict outcomes. The processes of asking questions, seeking answers, and finding solutions through the scientific method have contributed greatly to human existence, our technologies, and our quality of life. Obviously, there are many more questions to be answered and problems yet to be solved. In fact, new findings typically yield new questions. Human curiosity, along with an intrinsic need for knowledge through observation and experience, has formed the basis for scientific method, an objective, structured approach that leads us toward the primary goal of physical geography—understanding how our world works".[20]

1-Observation **(مشاہدہ)** مذکورہ بالا اقتباس کے مطابق کسی بھی چیز کے اوپر تحقیق کرنے کے لیے سب سے پہلے اس چیز کا مشاہدہ کیا جائے گا۔

2-Research topic area**(خلاف مشاہدہ سوال):** مشاہدہ کرنے کے بعد اس چیز کے متعلق سوال کیا جائے گا کہ یہ ایسی ہی کیوں ہے؟ اس کے مخالف کیوں نہیں؟

3-Hypothesis(مفروضہ) اس کے بعد ایک مفروضہ تیار کیا جائے گا کہ یہ اس وجہ سے ایسی ہے!

4-Test With Experiment (تجربہ) اس کا تجربہ کیا جائے گا۔

5-Analyze Data(بار بار تجربہ) تجربہ ایک مرتبہ نہیں بلکہ ہزار بار کیا جائے گا اور ہزار مرتبہ کیے ہوئے تجربے کے نتیجے کو لکھا جائے گا۔

6-Report conclusion(تحلیل و تجربہ) اور پھر تمام تجربات کے ڈیٹا کا تحلیل و تجزیہ کیا جائے گا، اس کے بعد ایک خلاصہ اور نتیجہ پیش کیا جائے گا، کہ یہ عمل دراصل اس لیے یا اس وجہ سے ہوتا ہے۔ اور پھر اس کے بعد اس کو ریسرچ کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ ریسرچ کے سائنسی اصول ہیں، اور ان کے مطابق سائنسی دلیل کے لیے سب سے پہلے آپ نے مشاہدہ کیا ہو، پھر تحقیق کی ہو، پھر مفروضہ تیار کیا ہو، اور پھر آپ نے تجربہ کیا ہو، اور تجرباتی مواد کو جمع کیا، اور پھر اس کا نتیجہ پیش کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب خدا کے تعلق سے سائنسی دلیل طلب کی جاتی ہے تو Scientific evidence کے مطابق، کیا آپ خدا کا مشاہدہ کر چکے ہیں؟ آپ نے خدا کے تعلق سے مفروضہ تیار کیا ہے؟ آپ کتنے تجربات خدا کے متعلق کر چکے ہیں؟ اور کتنے ڈیٹا کا تجزیہ کیا؟ اور آخر میں آپ نے کیا نتیجہ نکالا؟ آپ نے یہ کچھ بھی نہیں کیا، کیونکہ یہ ساری چیزیں خدا کے تعلق سے محال ہیں، اور جب یہ محال ہیں تو Scientific evidence ممکن نہیں، جب Scientific evidence ممکن نہیں، تو پھر سائنسی دلیل ممکن نہیں ہے، اور جب سائنسی دلیل ممکن نہیں، تو پھر کسی بھی غیر ممکن چیز کا مطالبہ کرنا حماقت ہے۔ لہذا خدا کے وجود کے تعلق سے سائنسی دلیل کا مطالبہ کرنا ہی غلط ہے۔ یہی صورتحال معجزات کی بھی ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ ہم سائنسی دلیل کا مطالبہ اس لیے کر رہے ہیں کہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کے پاس سائنسی دلیل نہیں ہے، اور سائنسی دلیل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذات ہے ہی نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ دلیل کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ چیز موجود نہیں[21]

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ سائنس کا اصل تعلق مشاہداتی اور طبیعاتی چیزوں کے ساتھ ہے اور سائنس کا میدان مادی اشیاء ہی ہیں لیکن جب مادی اشیاء پر تحقیقات کے ذریعے سائنس دانوں کے طبقہ نے یہ دعویٰ کر دیا کہ غیر مادی اشیاء کا وجود ہی نہیں تب وہ اپنے اصل میدان سے باہر نکل گئے اور اس جگہ قدم رکھنے کی کوشش کی جو اِن کی تھی ہی نہیں۔ اور مابعد الطبیعات چیزوں کے جوابات بھی سائنس سے حاصل کرنے کی کوشش کی جانے لگی اور چونکہ سائنس مابعد الطبیعاتی چیزوں کے متعلق جوابات دینے سے قاصر تھی لہذا مابعد الطبیعاتی چیزوں کا مطلقاً انکار کر دیا گیا۔ اور یہیں سے لوگ سائنس کے ذریعے سائنٹزم کا شکار ہوئے۔

سائنٹزم کی تعریف

> "Scientism is a totalizing attitude that regards science as the ultimate standard and arbiter of all interesting questions; or alternatively that seeks to expand the very definition and scope of science to encompass all aspects of human knowledge and understanding".[22]

سائنٹزم ایک ٹوٹلائزنگ رویہ ہے(ٹوٹلائزنگ کا مطلب یہ ہے کہ الگ الگ فطرت اور الگ الگ مزاج والی چیزوں کو ایک ہی نظر سے دیکھنا) سائنٹزم کے مطابق سائنس ہی دراصل وہ واحد پیمانہ ہے جو تمام دلچسپ سوالات کا جواب دے سکتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں سائنٹزم کا مقصد یہ ہے کہ سائنس کی تعریف اور اس کے دائرہ کار کو انسان کی تمام تر معلومات اور فہم پر حاوی کر دیا جائے۔

یعنی انسان کی تمام تر معلومات صرف اور صرف سائنس ہی سے حاصل ہو سکتی ہیں، وجدان سے، مذہب سے، عقل و منطق سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔ انسان کی تمام تر سمجھ اور معلومات صرف اور صرف سائنس کی مرہون منت ہے، یہ نظریہ ہی دراصل سائنٹزم ہے۔ لہذا یہ سوال کہ خدا موجود ہے یا نہیں؟ انسان کہاں سے آیا؟س انسان کا کیا مقصد ہے؟ کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے؟ سائنس بتائے گی۔ یعنی وہ سوالات جو کبھی بھی سائنس کا میدان نہیں رہے، اس کا جواب بھی سائنس سے لیا جارہا ہو، جبکہ سائنس کا دائرہ کار مادی دنیا ہے۔[23]

سائنٹزم کی علامات

Susan Haack نامی ایک فلسفی نے اپنے ایک ریسرچ پیپر میں سائنٹزم کی چھ علامات ذکر کی ہیں:

پہلی علامت

1- “Using the words "science," "scientific," “scientifically," "scientist,” etc., honorifically, as generic terms of epistemic praise.”[24]

سائنس یا دیگر اصطلاحات (سائنٹیفک، سائنٹیفکلی، سائنٹسٹ) کو علمیاتی مدح کی عمومی اصطلاح کے طور پر فخریہ استعمال کرنا۔

اکثر لوگ scientistscientifically, scientific, science , جیسے الفاظ استعمال کر کے اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ ہم سائنس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں، اور یہ ایسا علم ہے جو، اب حجت (دلیل) بن چکا ہے، لہذا اسے قبول کرنا چاہیے۔ جبکہ سائنس وقت کے ساتھ ساتھ ارتقائی مراحل طے کرتی رہی ہے اور کبھی بھی کوئی حتمی اور غیر متغیر نظریہ پیش نہیں کرتی، کسی دور میں سائنس زمین کے مرکز ہونے کا قول کرتی تھی جبکہ آج کہتی ہے کہ سورج مرکز ہے اور زمین اس کے گرد گھومتی ہے اسی طرح آکسیجن کا کردار واضح ہونے کے ساتھ ہی نظریہ فلاگسٹن (ایسا مادہ جو کسی چیز کے جلنے کے دوران خارج ہوتا ہے) کو رد کر دیا گیا۔ لہذا یہ کہنا کہ سائنس سے ثابت شدہ نظریہ کو ہی قبول کرنا چاہئے اور کسی بات کو نہ قبول کیا جائے یہ سائنس پرستی کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری علامت

"Adopting the manners, the trappings, the technical terminology, etc., of the sciences, irrespective of their real usefulness. Example: a paper published in 2005 in American Psychologist by Barbara Fredrickson and Marcial Losada. They claimed "scientific" data in hand - that 28 the ratio of positive to negative emotions necessary for human flourishing is exactly 2.9013 to-"[25]

سائنسی اسالیب، مظاہر اور اصطلاحات کو ان کے اصل استعمال سے قطع نظر استعمال کرنا۔ ان کا اصل استعمال کیا ہے؟ وہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ لیکن ان کے اصل استعمال سے قطع نظر ان اسالیب کو، مظاہر کو، اور اصطلاحات کو اگر استعمال کیا جائے تو یہ بھی سائنٹزم اور سائنس پرستی کی علامت ہے۔ اس کی ایک مثال 2015 میں امریکن سائیکوجسٹ نامی مجلہ میں Barbara Frederickson اور marcial losada کی طرف سے ایک ریسرچ پیپر میں ہونے والا یہ دعوٰی ہے کہ، سائنسی اعداد و شمار

کے مطابق انسانیت اسی وقت پھلتی پھولتی ہے جب انسان کے اندر مثبت اور منفی جذبات کا تناسب اس اعتبار سے ہو کہ، مثبت جذبات کی شرح 2.9013 فیصد ہو، جبکہ منفی جذبات کی شرح 1 فیصد ہو۔

یہ مسئلہ سائیکالوجی کا ہے اور سائیکالوجی میں اعداد و شمار نہیں چلتے، اعداد و شمار تو فزکس یا دوسری نیچرل سائنسز میں چلتے ہیں، لیکن ہر سائنس اور ہر علم کو اسی سائنٹسٹک رویہ اور لہجہ میں بیان کرنا ہی دراصل سائنس پرستی کی دلیل ہے۔[26]

اگر غور کیا جائے تو ہمیں اپنے اردگرد بہت سارے لوگ ایسے نظر آئیں گے جو ہر چیز میں سائنس کو ڈھونڈنا چاہتے ہیں وہ اگر خوراک کا استعمال کرتے ہیں تب بھی کیلوریز اور پروٹین کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خوراک کا استعمال کرتے ہیں، اگر ورزش کرتے ہیں تب بھی اسے جسمانی اعداد و شمار تک محدود کر دیتے ہیں، اسی طرح نیند کو بھی سائنسی زاویے سے دیکھنا کہ کب، کتنا، اور کیسے آرام کرنا ہے اس کے بارے میں سائنس کیا کہتی ہے؟ کسی نے اپنی پروڈکٹ کو بیچنا ہے وہ بھی سائنسی اصطلاحات کا استعمال کرتا ہے تاکہ لوگوں کو قائل کر سکے، گویا جہاں سائنس کی ضرورت نہ ہو وہاں بھی سائنس کی مداخلت کو یقینی بنایا جائے۔

تیسری علامت

"A preoccupation with demarcation, i.e., With drawing a sharp line between genuine science, the real thing, and "Pseudo-Scientific" imposters. Ex. Criterion of Falsifiability"[27]

حد بندی پر حد سے زیادہ توجہ، یعنی اصلی سائنس اور سائنسی مکر و فریب (سوڈو سائنس) کے درمیان ایک حد فاصل قائم کرنا۔

جب سائنس کا اور سائنسی اصطلاحات کا فخریہ استعمال ہونے لگا، اور دیگر علوم میں بھی سائنسی اسالیب اور مظاہر کو استعمال کیا جانے لگا، تو یہ سوچا جانے لگا کہ اصل سائنس اور ہوم سائنسز اور سوشل سائنسز میں فرق کیا جائے، لہذا سائنس دانوں نے حد بندی کی، اور وہ سائنس جس کا تعلق ہوم اور سوشل کے ساتھ تھا، اسے "Pseudo-Science" کہا جانے لگا، تاکہ اصل سائنس اور دیگر سائنسز میں فرق واضح ہو جائے۔ سائنس اور "Pseudo-Science" کے لیے معیار مقرر کیا گیا، جسے Falsifiability کہا جاتا ہے۔ Falsifiability کو سمجھنے سے پہلے verifiability کو سمجھنا ضروری ہے۔ verifiability کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی چیز کے بار بار مشاہدے کی بنیاد پر اس پر حکم کلی لگا دیں۔ مثال کے طور پہ آپ نے ایک کبوتر کو دیکھا جس کا رنگ سفید تھا، اور آپ نے دیگر سو کبوتروں کو دیکھا جن کے رنگ سفید تھے، تو آپ چونکہ پوری دنیا کے کبوتروں کو تو نہیں دیکھ سکتے اس لیے آپ نے ان سو کبوتروں کے مشاہدے کی بنیاد پر ایک حکم کلی لگا دیا کہ تمام کے تمام کبوتر سفید ہوتے ہیں، اس کو verifiability کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ممکن نہیں کہ آپ ساری دنیا کے کبوتر دیکھ لیں اس لیے ایک فلسفی carl poper نے ایک نیا معیار بنایا، اور verifiability کی بجائے اس نے Falsifiability کا معیار طے کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قضیہ موجبہ کلیہ ہو، تو اسے غلط ثابت کرنے کے لیے صرف سالبہ جزئیہ ہی کافی ہے۔ یعنی اگر تمام کبوتر سفید ہیں تو ایک کالا کبوتر نظر آنے کی بنیاد پر آپ اس قضیے کو "کہ تمام کبوتر سفید ہیں" غلط ثابت کر سکتے ہیں، اور اس کی تردید کر سکتے ہیں، اس کو Falsifiability کہا جاتا ہے۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ سائنسی قضیہ وہ کہلائے گا کہ جو قابل تردید ہو، جس کی تردید کی جا سکتی ہو، اس کی تردید کرنا ضروری نہیں ہے، صرف وہ قابل تردید ہو، یہی کافی ہے، ایسا قضیہ سائنسی کہلائے گا۔ اور اگر آپ کسی قضیے کی تردید نہیں کر سکتے، تو وہ قضیہ غیر سائنسی کہلائے گا۔ مثلاً آپ نظریہ ارتقاء کی تردید کر سکتے ہیں اس لیے کہ نظریہ ارتقاء ایک سائنسی قضیہ ہے، اسی طریقے سے آپ آئن

سٹائن کی Theory Of Elativity جسے پوری دنیا تسلیم کرتی ہے، اسے رد کر سکتے ہیں, اس لیے یہ قضیہ سائنسی کہلائے گا۔ اس کے مقابلے میں وہ قضیے جن کا رد نہیں کیا جا سکتا ہو، جو قابل تردید نہیں ہیں، بلکہ اعتقاد اور یقین والے ہیں، انہیں dogma کہا جائے گا۔ لہذا دین کے متعلق یا مذہب کے متعلق ہر وہ چیز جس میں اعتقاد اور یقین ہو، وہ dogma کہلاتا ہے یہ سائنسی نظریہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا اب اگر کوئی شخص وجود باری تعالی پر سائنسی دلیل دے رہا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ تو سائنس کو سمجھتا ہے، اور نہ ہی دین کو سمجھتا ہے، کیونکہ سائنسی دلیل وہی چیز بن سکتی ہے جو قابل تردید ہو، اور خدا کا وجود قابل تردید نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ آج تو ہم خدا کے وجود کو مان رہے ہیں، اور چند سالوں کے بعد ہم خدا کے وجود کو نہ مانیں، اور اس نظریہ کو رد کر دیں۔ لہذا جب کوئی شخص آپ سے خدا کے وجود پر سائنسی دلیل کا مطالبہ کرے تو اتنی بات تو طے ہے کہ وہ سائنس پرستی کا شکار ہے، مزید یہ کہ وہ سائنس کے اس اصول Falsifiability کو بھی نہیں سمجھتا۔ اور اگر آپ سائنسی دلیل دینے لگ جائیں تو آپ کا بھی یہی حال ہے کہ آپ دین کو سمجھتے ہیں، اور نہ ہی سائنس سے واقف ہیں۔ لیکن اس چیز کو بنیاد بنا کر ملحدوں کا مسلمانوں سے یہ کہنا کہ تم لوگ تو dogma کا شکار ہو، اس لیے کہ تمہارا دین قابل تردید نہیں ہے، اور جو چیز Dogma ہو، اس پر آنکھ بند کر کے یقین کر لینا تو ہم اس چیز کو نہیں مانتے، ہم لوگ تو عقل اور منطق والے ہیں، ہم لوگ تو کھلے ذہن والے ہیں، اس رویہ کو بھی سائنس پرستی کی تیسری علامت کے طور پر مانا جاتا ہے۔[28]

یہ بات کہ مذہبی افراد ڈوگما کا شکار ہوتے ہیں تو در حقیقت صرف مذہبی ہی نہیں بلکہ ہر شخص حتی کہ ملحدین بھی جو اپنے آپ کو آزاد فکر تصور کرتے ہیں وہ بھی ڈوگما کا شکار ہوتے ہیں جیسے صرف مادیت کو ہی حقیقت سمجھنا، زندگی کے ہر شعبہ میں سائنس پر ہی مکمل اعتماد، اور انسان کے مرنے بعد کچھ نہیں ہونا، یہ وہ دعوے ہیں جنہیں یقین کی حد تک مان کر ملحدین بھی dogma کا شکار ہوتے ہیں۔

چوتھی علامت

"A Preoccupation with Identifying the "Scientific Method". [29]

سائنسی منہج کی تعین پر ضرورت سے زیادہ توجہ۔

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر سائنسی عمل، سائنسی اصول کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اگر آپ کی دلیل سائنسی اصولوں کے مطابق نہیں، تو دلیل چاہے جتنی بھی مضبوط ہو، قابل قبول نہیں ہوگی۔ نتیجۃً آپ کی دلیلِ استخراجی بھی غلط ہوگی، جس کی مثال یہ ہے کہ "عالَم متغیر ہے، اور ہر چیز جو متغیر ہو، وہ حادث ہوتی ہے، تو عالم حادث ہے"۔ یہ اس لیے درست نہیں ہوگی کیونکہ آپ نے نہ تو مشاہدہ کیا، اور نہ ہی ڈیٹا (مواد) جمع کیا، اور نہ ہی ڈیٹے کو تحلیل و تجزیہ کے پروسیس سے گزارا، اور نہ ہی آپ نے کوئی مفروضہ تیار کیا۔ تو جب یہ دلیل سائنسی اصولوں کے مطابق نہیں ہے، تو چاہے یہ جتنی بھی مضبوط ہو، اس کو قبول نہیں کیا جا سکے گا۔[30]

پانچویں علامت

"Looking to the sciences for answers to questions beyond their scope".[31]

ایسے سوالات جو سائنس کے دائرہ کار میں نہیں آتے، اُن سوالات کے جواب بھی سائنس میں تلاش کرنا۔

سبب یعنی علت کس چیز کو کہا جاتا ہے؟ یہ چیز Metaphysics (مابعد الطبیعات) میں آتی ہے کہ اس کائنات کے وجود کا کیا سبب تھا؟ سائنس اس بارے میں کوئی جواب نہیں دے سکتی، کیونکہ اس کا تعلق میٹا فزکس (مابعد الطبیعات) کے ساتھ ہے۔ اسی

طرح علم الاخلاقیات میں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جنین رحم مادر میں اس قابل ہو جائے کہ وہ درد کو محسوس کرنے لگے، تو کیا اب اسقاط حمل درست ہے؟ سائنس اس کا مکمل جواب نہیں دیتی، بلکہ ادھورا جواب دیتی ہے، سائنس یہ جواب تو دے گی کہ دو مہینے، تین مہینے، یا چھ مہینے، کے بعد درد محسوس ہونے لگتا ہے یا نہیں؟ لیکن اس چیز کا جواب نہیں دے سکتی کہ درد محسوس ہونے کے بعد اسقاط حمل اخلاقی ہے یا غیر اخلاقی؟ کیونکہ اس سوال کا تعلق سائنس کے ساتھ ہے ہی نہیں، اس کا تعلق اخلاقیات کے ساتھ ہے۔ اسی طرح یہ سوال کہ کیا مدلل اور صحیح اعتقاد ہی علم ہے؟ یا علم اس کے علاوہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب علمیات میں ہی مل سکتا ہے، سائنس، فزکس، بائیولوجی، کیمسٹری، کاسمولوجی، ایسٹرونومی، میں اس سوال کا جواب نہیں مل سکتا۔ کیونکہ سائنس اس تعلق سے مکمل طور پر ساکت اور خاموش ہے۔ حالانکہ یہ سوال نہایت اہم ہے، یہ سوال ہر جگہ، اور ہر چیز کے بارے میں کیا جا سکتا ہے، کہ آخر ہم علم کس کو کہیں؟ مدلل، صحیح اعتقاد، کو ہی علم کہیں؟ یا پھر کسی اور چیز کو بھی کہیں گے؟ بہر حال یہ سوالات کی وہ فہرست ہے جن کے جواب سائنس کے پاس نہیں ہے، تو اگر کوئی آپ سے یہ سوال کرے کہ آپ شق القمر کو مانتے ہیں؟ تو اس کو ثابت کرنے کے لیے کوئی سائنسی دلیل دیں۔ تو پھر آپ ان سے یہ سوال کریں کہ آپ علت اولیٰ کو مانتے ہیں اس کو ثابت کرنے کے لیے کوئی سائنسی دلیل دیں؟ آپ علم الاخلاق کو مانتے ہیں تو علم الاخلاق کے لیے کسی سائنسی دلیل کو دیں؟ آپ کس علم کو صحیح مانیں گے؟ کس علم کو غیر صحیح مانیں گے؟ اس کے لیے سائنس سے کوئی دلیل دیں۔ تو وہ شخص آپ کو کوئی سائنسی دلیل نہیں دے پائے گا، تو جب وہ ان معاملات میں سائنسی دلیل نہیں دے سکتا، کیونکہ یہ سوالات سائنس کے میدان سے تعلق ہی نہیں رکھتے، تو معجزہ شق القمر، اور دیگر معجزات، یا دین کے دیگر معاملات میں سائنسی دلیل کا طلب کرنا بھی احمقانہ ہے۔[32]

چھٹی علامت

> "Denying or denigrating the legitimacy or the worth of other kinds of inquiry besides the scientific, or the value of human activities other than inquiry, such as poetry or art."[33]

سائنس کے علاوہ دیگر انسانی سرگرمیوں جیسا کہ شاعری یا آرٹ وغیرہ کی تردید یا ان کی توہین کرنا۔

Humanities کو مغربی ممالک میں لبرل آرٹ بھی کہا جاتا ہے، اس کے تحت بہت سارے شعبے آتے ہیں، مثلاً تمام زبانوں کے شعبے، علم قانون، فلسفہ، اور آرٹ وغیرہ، اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلسفہ یا آرٹ یا علم قانون بہت ہی بے کار علم ہے، کیونکہ اس کے ذریعے کسی سائنسی مسئلے کو حل نہیں کیا جا سکتا، ایسے شخص سے سوال کیا جائے گا کہ کون سے سائنٹیفک میتھڈ کو استعمال کرتے ہوئے آپ نے یہ نتیجہ نکالا کہ فلسفہ، سائنس کے مقابلے میں بیکار ہے؟ اسی طرح علم قانون، سائنس کے مقابلے میں بیکار ہے؟ یا علم ادب، سائنس کے مقابلے میں بیکار ہے؟ تو وہ شخص اس سوال پر کسی بھی سائنٹیفک میتھڈ کو بیان نہیں کر سکے گا۔ لیکن یہ رویہ ان لوگوں میں پایا جاتا ہے جو سائنٹزم کا شکار ہوتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ ہر سائنسی چیز اہم ہے، اور ہر غیر سائنسی چیز بیکار ہے، کیونکہ اس کی بنیاد سائنٹیفک میتھڈ پر نہیں ہوتی، لیکن ایسے لوگ خود اس چیز کو کسی بھی سائنٹیفک میتھڈ سے ثابت نہیں کر پاتے کہ سائنسی علوم، دیگر علوم سے کس طرح اہم، اور زیادہ بہتر ہیں۔[34]

ان تمام علامات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے خلاصۃً یہ کہا جا سکتا ہے کہ سائنٹزم کا شکار افراد حقیقتاً ایک ضد کا شکار ہوتے ہیں اور "میں نہ مانوں" کا نظریہ اپنا لیتے ہیں ایسے لوگ مذہب بیزاری کے سبب واضح اشیاء کا بھی انکار کر دیتے ہیں اور سائنس کی آڑ میں اپنی ضد اور

انا کی تسکین کرتے ہیں یہ حقیقتاً سائنس کی ترجیح اور فوقیت کے نہیں بلکہ ہر شعبہ زندگی میں مذہب سے دوری کے قائل ہوتے ہیں چاہے وہ سائنس کی آڑ میں ہو یا کسی اور سبب سے ہو۔

سائنٹزم کے دلائل

پہلی دلیل: سائنس ایک کامیاب فن

1"-Science is highly successful. Science has discovered many truths.According to Alex Rosenberg ‘the phenomenal accuracy of its prediction, and the breathtaking extent and detail of its explanations are powerful reasons to believe that physics is the whole truth about reality".[35]

سائنس بہت ہی کامیاب فن ہے سائنس نے بہت سی سچائیاں تلاش کی ہیں۔Alex Rosenberg کے مطابق فزکس میں نہایت ہی باریک بینی، دقت اور صحت کے ساتھ پیشگوئی کی جاسکتی ہے، اور اسی طریقے سے فزکس میں اس کائنات سے متعلق ہر ایک چیز کی حیرت انگیز طریقے سے تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ یہ دو بہت ہی مضبوط وجوہات ہیں، جو ہمیں اس بات پر مجبور کرتی ہیں کہ ہم یہ تسلیم کریں کہ فزکس ہی حقائق کو پہچاننے والی سچائی ہے۔

جواب

The fact, if it is a fact, that beliefs based on scientific research are usually true and rational, does as such not count against the truth or rationality of beliefs from other sources, such as common-sense morality or religious experience.

سائنسی تحقیقات پر مبنی اعتقادات، عام طور پر درست اور معقول ہوتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر سائنسی اعتقادات جھوٹ، اور غیر معقول ہیں۔ مثلاً دو اور دو کا چار ہونا، اسی طرح آپ کا یہ ماننا کہ آپ موجود ہیں، بھوک اور پیاس کا احساس ہونا، اجتماع ضدین کا ممکن نہ ہونا، ایسے بہت سارے دیگر اعتقادات ہیں جو غیر سائنسی اور سائنٹیفک میتھڈ کے مطابق نہیں ہیں۔ لیکن اس کے باوجود کوئی ان کا انکار نہیں کر سکتا، تو یہ کہنا درست نہیں ہے کہ سائنس نے سچائیاں تلاش کی ہیں، تو اسی کو مان لیا جائے اور کسی علم کو نہ مانا جائے۔[36]

یہ ایک مضبوط دلیل ہے کیونکہ ہم روزمرہ کی زندگی میں ایسی بہت ساری سچائیوں کو جانتے ہیں جن کو سائنٹفک میتھڈ سے ثابت نہیں کیا گیا لیکن سائنسدان بھی اُن کی صداقت کے قائل ہیں جیسے "کائنات میں قوانین کا مستقل طور پر موجود ہونا" اس پر یقین کیا جاتا ہے لیکن یہ یقینی کیفیت کسی سائنٹیفک میتھڈ کے نتیجہ میں حاصل نہیں ہوئی۔ اسی طرح یہ یقین رکھنا کہ آپ کو آزادیٔ ارادہ ہے اس کو کسی بھی تجربہ کے مراحل سے نہیں گزارا گیا، اسی طرح زندگی کے مقصد پر یقین رکھنا حالانکہ سائنس مقصد کے متعلق گفتگو ہی نہیں کرتی۔

دوسری دلیل: ہر میدان میں رہنمائی کرنا

"The applications of science are everywhere.A second reason for embracing scientism is its great powers of application. Science has deeply affected our lives by radically changing transportation, medicine, agriculture, and virtually any other area of our lives". [37]

اس وقت سائنس ہر میدان میں ہماری رہنمائی کر رہی ہے، اور اس نے ہماری زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالا ہوا ہے، کوئی بھی میدان ہو ،زراعت کا، تجارت کا، ٹیکنالوجی کا، سفر کا، ہر میدان میں ٹیکنالوجی نے کامیابیاں سمیٹی ہیں۔

جواب

The fact that science has a wide range of implications does not mean that it has no limits or that only science provides knowledge.

سائنس کے نفع میں بڑھ جانا،اس سے دوسری چیزوں کے نفع میں مکمل طور پر ختم ہو جانا ثابت نہیں ہوتا۔ یہ دلیل خالص جذباتی دلیل ہے، جسے دلیل خطابی کہا جاتا ہے۔ عام طور پر اس طرح کی دلیل جلسوں میں خطباء اپنی تقریروں کے دوران دیا کرتے ہیں، تا کہ عوام الناس جن کی علمی سطح کم ہوتی ہے، وہ اس دلیل کو جلد از جلد قبول کرلے، کیونکہ اس دلیل سے ایک عام آدمی بہت جلد متاثر ہو گا، کیونکہ اس کے سامنے ہے کہ آج سائنس کا اثر پوری دنیا میں ہے اور جس کے پاس سائنس نہیں ہے وہ پیچھے ہے، تو عام آدمی سوچے گا کہ سائنس ہی دراصل وہ چیز ہے جس نے ہمیں ترقی عطا کی، اور ہمیں صحیح راستے پر لگایا۔ لیکن یہ دلیل کم علمی سطح کے افراد کے لیے تو متاثر کن ہو سکتی ہے لیکن علمی حلقوں میں اس دلیل کا کوئی مقام نہیں، کیونکہ سائنس کے ہماری زندگی میں انقلاب برپا کرنے اور بہت سی نفع بخش چیزوں کو ہمارے لیے ایجاد کرنے کے سبب یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سائنس ہی ذریعہ علم ہے، کوئی دوسرا ذریعہ علم نہیں ہے، لہذا اس دلیل کو کسی بھی طور پر مانا نہیں جا سکتا۔[38]

یہاں اس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ سائنس نے جہاں دنیا، اور انسانیت کو مختلف اعتبار سے نفع بخشا وہیں سائنس ہی کے ذریعے انسانوں نے انسانیت کو نقصان بھی پہنچایا، سائنس ہی کے ذریعے انسانوں نے ایٹمی ہتھیار بنا کر لاکھوں لوگوں کی جان لی، اگرچہ صنعتی ترقی ہوئی لیکن اس کے ذریعے ماحول میں آلودگی بھی ہوئی، گاڑیوں اور جہازوں کے سبب سفری سہولیات تو ملیں لیکن ساتھ ہی ساتھ فضائی، آبی، اور برّی آلودگی بھی ماحول کا حصہ بنی، اور آج توانائی کے استعمال سے مسلسل درجہ حرارت بڑھ رہا ہے اور موسمیاتی تبدیلیاں واقع ہو رہی ہیں زراعت میں اضافہ ضرور ہوا مگر افادیت میں کمی واقع ہوئی، لہذا جہاں سائنس کے ذریعے انسانیت کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کی جا رہی ہے وہیں غیر سائنسی علوم (جن میں اخلاقیات سرِ فہرست ہے) کی اشد ضرورت ہے جن کے ذریعے یہ طے ہو سکے کہ سائنسی ترقی کو استعمال میں لانے کے کیا اصول اور ضوابط ہو سکتے ہیں تا کہ سائنس سے صرف فائدہ حاصل ہو نہ کہ نقصان اور ایسے اصول و ضوابط یا تو آپ کو معاشرہ کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں یا پھر کسی الہامی مذہب کے ذریعے اور حقیقتاً معاشرہ بھی اخلاقی اصول و قواعد کسی نہ کسی مذہب سے ہی حاصل کرتا ہے اگرچہ وہ مذہب "انسانیت" ہی کیوں نہ ہو۔

تیسری دلیل: وجدان کو غلط ثابت کرنا

> "Many scientific results are counter-intuitive, such as curved space-time or the bilocation of electrons."[39]

بہت سے سائنسی نتائج وجدان کے مخالف ہیں۔ جیسے کروڈ اسپیس ٹائم، اور بائی لوکیشن آف الیکٹران۔

Curved space-time سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے سائنس نہ پڑھ رکھی ہو، اور اس سے پوچھا جائے کہ ٹائم کیا ہے؟ تو بہت زیادہ غور و فکر کرنے کے بعد وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ ٹائم ایک تسلسل کا نام ہے۔ ایک گھنٹہ آتا ہے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، اسی طرح 24 گھنٹے کے بعد دوسرا دن سٹارٹ ہو جاتا ہے، تو ایک تسلسل کا نام ہے، اسے وجدان کہا جائے گا۔ لیکن جب سائنس نے

تحقیق کی، تو سائنس نے کہا کہ ٹائم ایک تسلسل کا نام نہیں ہے، بلکہ ٹائم بھی ایک بُعد (Dimensions) کا نام ہے، جس طرح کسی بھی چیز کی لمبائی، چوڑائی، اور موٹائی ہوتی ہے یعنی ابعادِ ثلاثہ، اسی طرح ایک اور Dimensions ہے جو کہ اسپیس ٹائم ہے۔ اب یہ جو معلومات ہم نے سائنس کے ذریعے حاصل کیں، یہ وجدان کے خلاف ہیں۔ اسی طرح bi-location of electrons ہیں کہ جب انسان سے پوچھا جائے کہ، اگر تم بغیر کسی دور بین کی مدد سے ایٹم کے درجات کو دیکھ سکو، تو تمہیں کیا لگتا ہے کہ الیکٹران جس جگہ تم دیکھ رہے ہو، اسی جانب ہے، اور دوسری جانب نہیں ہے، تو وہ کہے گا بالکل ایسا ہی ہے، اگر دائیں جانب ہو، تو وہ دائیں جانب ہی ہوں گے، اور اگر وہ بائیں جانب نظر آرہے ہیں، تو بائیں جانب ہی ہوں گے، لیکن سائنس نے ہمیں ثابت کیا کہ الیکٹران بائی لوکیشن ہوتے ہیں، وہ ایک ہی وقت میں دو جگہ ہو سکتے ہیں، وجدان نہ تو اس چیز کی تصدیق کر سکتا تھا، اور نہ ہی اعتراف۔ لیکن سائنس نے اس بات کو ثابت کر دیا۔ تو جب سائنس وجدان کے اس قدر مخالف ہے، اور وجدان کے مقابلے میں اپنی بات کو ثابت بھی کر رہی ہے، تو پھر سائنس ہی پر اعتماد کر لیا جانا چاہئے۔

جواب

This claim about counter-intuitiveness is true for macro and micro levels that differ significantly from the daily life level. Electrons can have multiple locations at the same time, yes, and space can be curved. Note, though, that these are not the levels with which common sense is concerned. All that follows from scientific discoveries that are counter-intuitive is that we should be careful not to make intuitive judgments on levels that are really different from the levels involved in our daily lives.

وجدان Marco and micro levels سے گفتگو نہیں کرتا، جو کہ نظر نہیں آتیں، اور ان چیزوں میں وجدان کا غلط ہونا بھی ممکن ہے۔ لیکن ان چیزوں کا ہماری روز مرہ زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، ہمیں روز مرہ زندگی میں رہنمائی وجدان ہی کے ذریعے ملتی ہے۔ وجدان اس طرح کے سائنسی افکار کے تعلق سے کبھی جواب ہی نہیں دیتا، وجدان کا تعلق تو ہماری روز مرہ زندگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ جبکہ الیکٹران کے دائیں یا بائیں ہونے سے وجدان کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اسی طرح کروڑا سپیس ٹائم کے ساتھ بھی وجدان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ سائنس ہمیں صرف یہ کہتی ہے کہ وجدان مخالف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ جہاں وجدان کا دخل نہیں ہوتا، تو وہاں وجدان پر آنکھ بند کر کے اعتماد نہیں کرنا چاہیے، اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ وجدان بالکلیہ غلط ہو گیا۔ اس کی مزید وضاحت مثال کے ذریعے کرتے ہیں۔ مثلاً، روز مرہ کی زندگی میں ایٹم کی لوکیشن سے ہمیں کوئی لینا دینا نہیں ہے، وہ ایک ہی وقت میں دو لوکیشن پر ہو، یا سو لوکیشنز پر ہو، اس کا وجدان اور حواس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، ہاں وجدان یہ ضرور بتائے گا کہ ایک درخت ایک ہی وقت میں دو جگہوں پر نہیں ہو سکتا، ایک انسان ایک ہی وقت میں دو جگہ پر نہیں ہو سکتا، وہ یا تو دائیں طرف ہو گا، یا بائیں طرف ہو گا، سائنس اس وجدان کو غلط ثابت کر کے دکھائے۔ اس پوری تفصیل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ سائنس جن موضوعات پر اور جس لیول پر جا کر بات کرتی ہے جس کو Marco and micro levels کہا جاتا ہے، یعنی وہ درجات جو ہماری آنکھوں سے نظر نہیں آتے، اس لیول پر جا کر وجدان اور حواس غلط ہو سکتے ہیں، اس کا امکان ہے، لیکن یہ چیزیں روز مرہ کی زندگی میں شامل نہیں ہیں۔ ہماری روز مرہ کی زندگی میں شامل ہے مذہب، اخلاقیات، ایک دوسرے کے ساتھ پیش آنے والے معاملات، ملک میں امن وامان، اور انصاف کا بول بالا، یہ روز مرہ کی چیزیں ہیں،

اور ان چیزوں میں وجدان اور حواس کی ہی چلتی ہے، سائنس کی نہیں چلتی۔ سائنس کبھی نہیں بتاتی کہ اخلاقی اعتبار سے کون سی چیز صحیح کون سی غلط؟ سائنس کبھی نہیں بتاتی کہ امن ہونا چاہیے یا نہیں؟ یہ چیزیں وجدان کے اوپر مبنی ہیں سائنس اس حوالے سے ساکت اور خاموش ہے۔[40] نیز سائنس کے بعض وجدانوں کو غلط ثابت کرنے سے تمام کا غلط ثابت ہونا لازم نہیں آتا وگرنہ کئی معالملات میں سائنس نے خود سائنس ہی کو غلط قرار دیا ہے تو کیا سائنس کو بھی مطلقاً چھوڑ دیا جائے؟ لہذا یہ کہنا کہ وجدان کو کلیۃً چھوڑ دیا جائے اور سائنس ہی پر انحصار کر لیا جائے یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔

سائنٹزم کے خلاف دلائل

چونکہ ملحدین اور اگناسٹک فکر افراد کے نزدیک سچائی اور اچھائی کا پیمانہ سائنس ہے، جس کے سبب وہ سائنٹزم کا شکار ہوئے، لہذا یہاں سائنٹزم کے خلاف دلائل یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

پہلی دلیل: سائنس کا ابطال

Scientism is self- refuting. Scientism itself is not supported by science.

سائنٹزم خود اپنے آپ کو باطل قرار دینے والی ہے۔ کیونکہ جب آپ سے کوئی خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے سائنسی دلیل کا مطالبہ کرے گا تو آپ اس سے سوال کریں کہ آپ کے نزدیک کیا کسی چیز کے درست ہونے کا معیار صرف اور صرف سائنس ہے؟ اگر وہ جواب دے کہ نہیں، معیار صرف اور صرف سائنس نہیں ہے۔ تو پھر اس کا یہ مطالبہ کرنا کہ خدا کے وجود کو سائنس سے ثابت کیا جائے، یہ مطالبہ ہی خود بخود غلط ثابت ہو گیا۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ ہاں! میں کسی چیز کے درست ہونے کا معیار صرف اور صرف سائنس کو سمجھتا ہوں، تو اس صورت میں آپ سوال کریں کہ آپ نے یہ جو جملہ ابھی بولا ہے کہ "! میں کسی چیز کے درست ہونے کا معیار صرف اور صرف سائنس کو سمجھتا ہوں" یہ جملہ بھی سائنسی ہے؟ یا یہ جملہ غیر سائنسی ہے؟ اگر تو وہ جملہ غیر سائنسی ہے تو آپ کے نظریہ کے مطابق یہ جملہ غلط ہے۔ اور اگر وہ جملہ سائنسی ہے، تو پھر سائنس کے کس اصول کے ذریعہ وہ جملہ درست اور سچائی پر مبنی ہے؟ تو وہ اس سوال کا کبھی بھی جواب نہیں دے پائے گا اس کو self refuting یعنی اپنے آپ کو خود ہی باطل قرار دینے والا اصول کہا جاتا ہے۔[41]

دوسری دلیل: وجدان پر منحصر ہونا

Science itself is based on common sense. In other words, if you reject common sense, you'll have to reject science as well.

سائنس بذاتِ خود وجدان پر منحصر ہے، باالفاظ دیگر اگر آپ وجدان کا انکار کرتے ہیں تو آپ درحقیقت سائنس کا انکار کرتے ہیں۔ سائنٹزم کے حق میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ سائنس وجدان پر مبنی اعتقادات کو غلط تسلیم کرتی ہے، اس لیے وجدان کا کوئی اعتبار نہیں، اصل اعتبار سائنس کا ہے۔ اگر اس چیز کو تسلیم کر لیا جائے، تو پھر سائنس کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہو گا۔ کیونکہ سائنس خود وجدان کے اوپر مبنی ہے۔ اگر وجدان کو غلط قرار دے دیں، تو پھر آپ کو سائنس کو بھی مسترد کرنا پڑے گا، اور اس دلیل کا ثبوت Mary Midgely جو کہ ایک برطانوی ماہر اخلاقیات ہے اس کی کتاب کا یہ مندرجہ ذیل اقتباس ہے:

> 'Science cannot stand alone. We cannot believe it's propositions without first believing in a great many other things, such as the existence of the external world, the reliability of our senses, memory and informants, and the validity of logic. If we do believe in these things, we already have a world far wider than

that of science'.[42]

سائنس تنِ تنہا باقی نہیں رہ سکتی، ہم سائنس کے قضایا کو بہت سی دوسری چیزوں میں یقین کیے بغیر تسلیم نہیں کر سکتے، جیسے کہ بیرونی دنیا کا وجود، (کیا آپ اس بیرونی دنیا (جو نظر آرہی ہے) کے وجود کو تسلیم کیے بغیر، کسی سائنسی جملے، اور قضیے کو تسلیم کر سکتے ہیں؟ نہیں کر سکتے۔ تو اب آپ کو کون سی سائنس نے بتایا کہ یہ دنیا موجود ہے؟ یقیناً اس دنیا کے موجود ہونے کو سائنس نے نہیں بتایا، بلکہ کامن سینس نے بتایا۔) ہمارے حواس کا قابل اعتماد ہونا، (یعنی ہم جو دیکھ رہے ہیں، وہ وہی ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ جو سن رہے ہیں وہی ہے جو ہم سن رہے ہیں۔ یہ اعتماد جو ہم اس قدر اپنے حواس پر کر رہے ہیں، اس بارے میں ہمیں کس نے بتایا یا یہ وجدان نے بتایا، اس کے پیچھے کوئی سائنس نہیں ہے) حافظہ اور معلومات پر اعتماد، (ہم اپنے حافظے پر اعتماد کرتے ہیں، کیوں کرتے ہیں؟ کیا سائنس ہے اس کے پیچھے کیا ضروری ہے کہ جو ہمیں یاد ہو، ویسا ہی ہو، غلط بھی تو ہو سکتا ہے لیکن ہم اعتماد کرتے ہیں) کسی بھی منطقی ضابطے کا درست ہونا، (کوئی بھی منطقی ضابطہ درست ہے، یہ کیسے پتہ چلا؟ مثلاً: یہ ضابطہ کہ موجبہ کلیہ کے سامنے اگر سالبہ جزئیہ آگیا تو سالبہ جزئیہ اس موجبہ کلیہ کو مسترد کر دے گا یہ کون سی سائنس سے پتہ چلا؟) اگر ہم ان ساری چیزوں میں یقین رکھتے ہیں، تو پھر ہم ایک ایسی دنیا میں یقین رکھتے ہیں جو سائنس سے ماوراء ہے، اور سائنس اس کے بغیر چل نہیں سکتی۔

مذکورہ بالا اقتباس کے پیشِ نظر یہ کہنا کہ کسی بھی چیز کے صحیح یا غلط ہونے کی بنیاد سائنس ہے، یہ بات اسی وقت ختم ہو جاتی ہے جب آپ سامنے والے سے یہ سوال کرتے ہیں کہ تمہارے پانچوں حواس قابل اعتماد ہیں یا نہیں؟ سائنس سے اس کو ثابت کرو۔ اور یقیناً وہ نہیں ثابت کر پائے گا۔ لہذا وجدان کو مسترد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ سائنس کو مسترد کر رہے ہیں۔ اور اگر آپ سائنس کو مسترد نہیں کرنا چاہتے تو پھر آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ وجدان بھی ذریعہ علم ہے۔[43]

تیسری دلیل: سائنسی مقاصد کا سائنسی نہ ہونا

All of these are constitutive of science, but not themselves based on science.

سائنس کو تشکیل دینے والے اجزاء اور مقاصد خود ہی سائنس پر مبنی نہیں ہیں۔ مثلاً ہم سائنس کے مقاصد کے بارے میں سوچ سکتے ہیں کہ آخر سائنس کا کیا مقصد ہے؟ سچائی کا حصول ہے؟ یا پھر علم کا اضافہ ہے؟ یا پھر محض کسی چیز کی تفصیل سمجھنا ہے؟ یا کسی چیز کی تاثیر سمجھنا ہے؟ یا مستقبل کی پیشن گوئیاں کرنا ہے؟ یا باطنی توازن اور تناسب کو سمجھنا ہے؟ یہ وہ ساری چیزیں ہیں جن کی وجہ سے سائنس تشکیل پاتی ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جو سائنس پر مبنی ہو۔ یہ سارے کے سارے مقاصد اخلاقی ہیں، جن کا تعلق وجدان کے ساتھ ہے۔ اور انسانوں کی زندگی میں بہتریاں اور سہولتیں لانے کے لیے ہیں، جو ایک اخلاقی امر ہے۔ لہذا ان دلائل کی روشنی سے یہ بات واضح ہوئی کہ زندگی کے ہر شعبہ کے لئے سائنس ہی بنیاد اور معیار نہیں ہے[44]

سائنس عصرِ حاضر میں ایک حقیقت ہے جس سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے، لیکن سائنس اسی وقت نفع اور سودمند ہے جب تک اسے اس کے دائرہ کار کے مطابق استعمال کیا جائے، اور مذہب کبھی بھی سائنس کے استعمال سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ مذہب تو اس بات کا قائل ہے کہ سائنس کی ایجاد اللہ کی طرف سے انسانیت کی خدمت کے لئے ہے۔ اور انسانیت کی خدمت کے لئے انسانوں میں اخلاقی اقدار کا پایا جانا ضروری ہے وگرنہ سائنس کے ذریعے ہر وہ شخص جس کو طاقت میں برتری حاصل ہو گی وہ دوسروں پر غلبہ پا کر اُن پر اجارہ داری کو قائم کرنے کی کوشش کرے گا اور نتیجتاً وہ سائنس جس کے ذریعے انسانیت کی ترقی اور خوشحالی کا ارادہ کیا گیا تھا اسی سائنس کے ذریعے انسانیت کا زوال ہو گا اور آج یہ چیز عملی طور پر نظر بھی آرہی ہے کہ جس کے پاس ٹیکنالوجی ہے وہ چاہتا ہے

کہ ٹیکنالوجی میرے پاس ہی رہے امریکا چاہتا ہے کہ میں ہی سپر پاور رہوں چاہے ہتھیاروں کا میدان ہو، ایٹم بم کی صلاحیت صرف جی فائیو یا جی سیون کے پاس ہی رہے، ایران کبھی بھی ایٹمی قوت نہ بن سکے، تجارت کے میدان میں بھی امریکا کی ہی حکومت ہو ،چائنہ اور دیگر ملکوں پر ٹیرف عائد کیا جائے تاکہ وہ معاشی میدان میں آگے نہ بڑھ سکیں، معیشت پر قبضہ ہو اور پسماندہ ممالک کو قرضوں کے بوجھ تلے دبا کر اُن سے مرضی کے فیصلے کروائے جائیں، یہ سب اس لئے کہ سائنس ترقی کے زینہ کو تو تہہ کرواتی ہے لیکن ترقی کرتے ہوئے اور کرنے کے بعد کن اصول وضوابط کو اپنانا ہے سائنس اس بارے میں بالکل خاموش ہے کیونکہ سائنس اس حوالے سے گفتگو کرتی ہی نہیں۔ لہٰذا کسی ایسے علم کی ضرورت ہے جو یہ فیصلہ کرے کہ ترقی کی منازل کو طے کرنے کے اصول و ضوابط کیا ہیں؟ اور یقیناً یہ ان اصول وضوابط کی طرف مذہب ہی آپ کی بہترین رہنمائی کرتا ہے وہی بتاتا ہے کہ کسی پر ظلم نہیں کرنا ، غرور و تکبر نہیں کرنا، کسی پر برتری حاصل کرکے اس کو اپنا غلام نہیں بنانا، لہٰذا انسان کو جہاں بہتر زندگی کے لئے سائنس کی ضرورت ہے وہیں بہتر انسان، معاشرہ اور سوسائٹی کے لئے مذہب کی بھی ضرورت ہے اور اول مرتبہ مذہب کا ہے جس نے آپ کو اخلاقیات کے تحت ترقی کا درس دینا ہے جبکہ بعض لوگ نظریہ سائنٹزم کا شکار ہو کر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ مذہب سائنس کے خلاف ہے اور جہاں مذہب ہو گا وہاں سائنس نہیں ہو گی اور جہاں سائنس ہو وہاں مذہب کا کوئی کام نہیں اور اسی نظریہ کی مفتی یاسر ندیم الواجدی نے نفی کی، اور مختلف دلائل کی روشنی میں انہوں نے اس بات کو ثابت کرنے کی ایک بہتر کوشش کی کہ مذہب سائنس کی نہیں بلکہ ہر چیز کو سائنس کے ذریعے ثابت کرنے کے نظریے کی نفی کرتا ہے یہ ایک بنیادی فرق ہے جس کی وجہ سے سائنس کی حمایت اور سائنٹزم کی نفی کی جاتی ہے۔

All Rights Reserved © 2025 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات وحواشی

(1) الواجدی، یاسر ندیم، مفتی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، غیر مطبوعہ، جلد12، صفحہ 04

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, Ghair Matbū ʻah, V. 12, P. 04

(2) *Rupert Sheldrake,The Science Delusion,Coronet, Ed,1st, 2012,p11*

(3) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ 06

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 06

(4) *Rupert Sheldrake,The Science Delusion,Coronet, Ed,1st, 2012,p12*

(5) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ 08

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 08

(6) محمد یٰسین رضا، مسیحی عقائد: ایکومینیکل کونسلز کے فیصلے فکر اسلامی کی روشنی میں، پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، 2023، ص108، 109

Muhammad Yasin Raza, Maseehi ʻAqaid: Ecumenical Councils ke Faislay Fikr-e-Islami ki Roshni mein, PhD ʻUlūm-e-Islāmiyyah, Shoba-e-ʻUlūm-e-Islāmiyyah, Government College University, Faisalabad, 2023, P. 108, 109

(7) ایضاً، ص182، 183

(8) Rupert Sheldrake,The Science Delusion, Coronet, Ed,1st, 2012,p:12

(9) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ10

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 10

(10) Rupert Sheldrake,The Science Delusion,Coronet, Ed,1st, 2012,p:16

(11) Provine, William. 1988. "Evolution and the Foundations of Ethics." Marine Biology Laboratory Science 3: 25-29

(12) Rik peels, Scientism and scientific fundamentalism: what science canlearn from mainstream religion, Philosophy Department (Faculty of Humanities) and Department of Beliefs and Practices (Faculty of Religionand Theology), Vrije Universiteit Amsterdam, Amsterdam, The Netherlands,p:2

(13) Dawkins, Richard.. The Selfish Gene, Oxford University Press, 2nd Ed, 1989,p: 24

(14) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ15

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 15

(15) Gabbler, Robert, Physical geography, Thomson Higher Education,8th ed,2007,p: 12

(16) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ16

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 16

(17)Morris, Christopher G , academic press , Academic Press Dictionary of Science & Technology, Gulf Professional Publishing, 1992,science P:1926

(18) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ17

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 17

(19) Taper, Mark L.; Lele, Subhash R, The nature of scientific evidence: statistical, philosophical, and empirical considerations, University of Chicago Press,2004 P: 527-551

(20) Gabler, Robert, Physical geography, Thomson Higher Education,8th ed,2007,p: 12

(21) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ19 تا 21

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 19 - 21

(22) Pigliucci, Massimo , "New Atheism and the Scientistic Turn in the Atheism Movement." Midwest Studies in Philosophy 37,philosophy documentation center, 2013,p:144

(23) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ22

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 22

(24) Susan Haack Six Signs Of Scientism ,Logos & Episteme 3, Issue 1.2012.p:77

(25)Ibid

(26) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ29

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 29

(27) Susan Haack Six Signs Of Scientism ,Logos & Episteme 3, Issue 1.2012.p:77

(28) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ30 تا 32

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 30 - 32

(29) *Susan Haack Six Signs Of Scientism ,Logos & Episteme,V 3, Issue 1.2012.p:77*

(30) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ 33

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 33

(31) *Susan Haack Six Signs Of Scientism ,Logos & Episteme,V 3, Issue 1.2012.p:77*

(32) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ 34 تا 37

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 34 - 37

(33) *Susan Haack Six Signs Of Scientism ,Logos & Episteme,V 3, Issue 1.2012.p:78*

(34) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ 39

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 39

(35) *Rik peels, Ten reasons to embrace scientism, Studies in History and Philosophy of Science, Elsevier Ltd,2017.p:04*

(36) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ 40،41

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 40, 41

(37) *Rik peels, Ten reasons to embrace scientism, Studies in History and Philosophy of Science, Elsevier Ltd,2017.p:05*

(38) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ 44

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 44

(39) *Rik peels, Ten reasons to embrace scientism, Studies in History and Philosophy of Science, Elsevier Ltd,2017.p:05*

(40) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ 47،48

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 47, 48

(41) ایضاً، جلد12، صفحہ 56

Ibid, V. 12, P. 56

(42) *Midgely, Mary, Science As Salvation, A modern myth and its meaning, Routledge, New York,1992,p:108*

(43) الواجدی، تہافت الملاحدۃ، سائنٹزم، جلد12، صفحہ 57،58

Al-Wajdi, Yasir Nadeem, Mufti, Tahaafut al-Mulāhidah, Scientism, V. 12, P. 57, 58

(44) ایضاً، صفحہ 58

Ibid, P. 58